إِنَّمَا يُوَفَّى الصَّابِرُونَ أَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ

صبر کی حقیقت

حضرت مولانا سید ابو الحسن علی حسنی ندوی ؒ

مرتب

سید ہاشم نظام الدین ندوی بھٹکلی

ناشر

ایچ-یم، حسین ٹرسٹ
H. M. Husain Trust
Email: hmhamuwash@yahoo.com
Cell: +91 7095168679

طبع اول

شعبان/۱۴۳۸ھ-مئی/۲۰۱۷ء

نام کتاب : صبر کی حقیقت
از : حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ
صفحات : ۳۲
تعداد : دو ہزار پانچ سو
کمپوزنگ : محمد نعمان ندوی
باہتمام : محمد عثمان حیدرآبادی
قیمت : ہدیہ منجانب ایچ۔یم حسین ٹرسٹ

انتساب

سیدہ امۃ اللہ تسنیم (عائشہ بی) رحمۃ اللہ علیہا
ہمشیرہ محترمہ حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ

ملنے کے پتے

مجلس تحقیقات ونشریات اسلام، لکھنؤ- 0522- 2741539
دار عرفات، تکیہ کلاں رائے بریلی- 09807240512

ناشر

ایچ ۔ یم، حسین ٹرسٹ
H. M. Husain Trust
Email: hmhamuwash@yahoo.com
Cell: +91 7095168679

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرض ناشر

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا سب سے بڑا انعام اس کائنات کے لئے قرآن مجید ہے اور قرآن مجید کے معجزات اور اعجاز تا قیامت رہیں گے۔

اس نعمت میں انفرادی اور اجتماعی زندگیوں کے لئے اور ہر لمحہ کے لئے ہدایتیں اور نصیحتیں موجود ہیں، ان ہدایتوں میں ایک نصیحت صبر کی ہے اور صبر کرنے پر اللہ رب العزت کے فضل وکرم کی بوچھار عطا کی جاتی ہے، اس پر عمل کرنے سے زندگیاں بدل جاتی ہیں۔

میرے حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ نے اپنی زندگی میں ہر موقع پر صبر سے کام لیا اور اس کی تعلیم وتلقین بھی فرمائی۔

اس میں حضرت مولانا کے دو پسندیدہ واقعات ہیں جو حضرتؒ بار بار فرماتے تھے اور بڑی تفصیل کے ساتھ اور لطف کے ساتھ ذکر فرماتے تھے۔

پہلا واقعہ تاتاریوں کے اسلام قبول کرنے کا ہے اور دوسرا واقعہ تغلق تیمور اور شیخ جمال الدین کے مکالمات کا ہے، یہ دونوں ہی ہر دور، ہر جماعت اور ہر فرد کے لئے سبق آموز ہیں، اور اس سے دینی تقویت حاصل ہوتی ہے۔

''صبر کی حقیقت'' کے نام سے یہ رسالہ دراصل ایک تقریر ہے جو جامعہ سید احمد شہید کٹولی لکھنؤ میں کی گئی تھی اس کے موضوعات حضرت نور اللہ مرقدہ نے اپنے مخصوص اور دل

دہلا دینے والے انداز میں پیش کئے ہیں۔ میرے آقا پروردگار عالم سے التجا ہے کہ میرے حضرت نوراللہ مرقدہ کے درجے بلند فرمائے۔ آمین

ہم اللہ پاک کا شکر ادا کرتے ہیں کہ ہم کو یہ کتاب ''صبر کی حقیقت'' کو شائع کرنے کی سعادت عطا فرمائی اور محمود بھائی کے بھی شکر گزار ہیں کہ ہم کو شائع کرنے کی طرف توجہ دلائی، ہم اس سے پہلے بھی عرض کر چکے ہیں، اور پھر دہراتے ہیں کہ ہم محمود بھائی کے احسان مند ہیں، کہ وہ ہماری رہبری بڑی استقامت کے ساتھ کرتے ہیں، رب العزت ان کے درجے بلند فرمائے۔ آمین

ہم ان سب حضرات اور خواتین کے بھی شکر گزار ہیں جنہوں نے اس کے شائع کرنے میں تعاون فرمایا۔

طالب دعا
انجینئر محمد عثمان حیدرآبادی

۲۷/ رجب/ ۱۴۳۸ھ

پیش لفظ

الحمد للّٰہ و کفٰی و سلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ أما بعد.

اللہ تعالیٰ نے انسانی زندگی کو صبر وشکر کے درمیان رکھا ہے، اس کو ان دونوں حالتوں میں سے کسی ایک حالت سے سابقہ رہتا ہے، یہ حالت انفرادی زندگی میں بھی ہوتی ہے، اور اجتماعی زندگی میں بھی، چنانچہ معاملات میں دوسروں کو بھی اس پر قائم رکھنا ہوتا ہے، اور اجتماعی طور پر صبر وہ بڑی دولت ہے جو اقوام وملل کی تاریخ میں فیصلہ کن گھڑی اور زندگی کی شاہ کلید کے طور پر دیکھی گئی ہے، انبیاء اور رسولوں اور سب سے بڑھ کر سید الاولین والآخرین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنے اصحاب کی تربیت فرما کر جس طرح اس کے نمونے پیش کئے، اس سے زندگی کے مختلف ادوار میں رہنمائی کا بڑا سامان موجود ہے، اور اس اجتماعی صبر کا سب سے روشن وتابناک نمونہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تھے جنہوں نے اسی نبوی تربیت کے نتیجہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی وفات کے سانحہ عظیم کے موقع پر جس طرح اس کی مثال پیش کی اور پھر جس طرح وہ ایک نئی ایمانی طاقت کے ساتھ اجتماعی طور پر باطل کے مقابلہ اور حق کے فروغ اور اسلام کی سربلندی کے لئے نئے جوش وولولہ سے سامنے آگئے، اور ایک طرف اپنے نئے بھائیوں کے ایمان کی حفاظت

کی فکر کی اور دوسری طرف اسلام کی اشاعت اور قرآنی ونبوی تعلیمات واحکام کی انفرادی واجتماعی نفاذ کے لئے اپنی تمام تر صلاحیتوں کے ساتھ کھڑے ہوئے اور تیس سالہ دور خلافت راشدہ میں جسے خلافت نبوت بھی کہا جاتا ہے اس کا پورا نفاذ کردیا۔ جس کی قوموں کی تاریخ میں نظیر نہیں ملتی، چونکہ شریعت اسلامی قیامت تک کے لئے ہے۔ اور سیدنا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی نبوت آخری نبوت ہے اور وہ بھی قیامت تک کے لئے ہے، قیامت تک جو بھی آئے گا اسی نبوت کے سایہ میں اور اسی کی روشنی میں رہے گا، اور جو اس سے اعراض کرے گا، وہ گمراہ ہوگا، اسی لئے قیامت تک آنے والے حالات کا ایک اجمال اسی تیس سالہ دور خلافت راشدہ میں آگیا۔ جس کا اختتام حضرت سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہ نواسۂ رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے اس عظیم کردار پر ہوا جس نے ملت اسلامی کی اجتماعیت قائم کی اور فتنوں کا سد باب کیا، حقیقت یہ ہے کہ ملت اسلامیہ کو شروع سے بڑے چیلنجز کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ اور مختلف ادوار میں کبھی داخلی اور کبھی خارجی خطرات کا مقابلہ رہا ہے، کبھی کشت وخون کا بازار ایسا گرم ہوا کہ امت کا وجود خطرہ میں سمجھا جانے لگا تھا، مگر ایسے مایوس کن حالات میں بار بار یہ دیکھا گیا کہ کوئی مرد خدا درمیان سے اٹھا اور اس نے تاریخ کا دھارا بدل دیا، جس میں دو واقعے بڑے غیر معمولی اہمیت کے ہیں، ایک تاتاریوں کے قبول اسلام کا واقعہ جس کو خواب میں بھی نہیں دیکھا جاسکتا تھا، اور صلیبی جنگوں میں اس وقت سلطان صلاح الدین ایوبی کا فاتحانہ اور مستانہ کردار جب مسلمانوں کی طاقت بہت کمزور ہوچکی تھی، آج عالم اسلام جن حالات سے گزر رہا ہے اس کو اس موقع پر اسی روحانی، ایمانی، ذہنی، قلبی، فکری اور دعوتی طاقت کی ضرورت ہے جس کا ”یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوا اصْبِرُوا وَصَابِرُوا وَرَابِطُوا“ (کہ صبر سے کام لو اور صبر کی فضا پیدا کرو اور مورچوں جمے رہو، ڈٹے رہو) میں مطالبہ کیا گیا ہے کہ اسی کو موضوع بنا کر مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی قدس اللہ سرہ العزیز نے اپنے ایک خطاب میں توجہ دلائی، اور

مختلف ادوار کے نمونے بھی پیش کیے، اور آخر میں توجہ دلائی کہ ''دین اسلام ایک دائمی ابدی دین ہے، اس کو کوئی مٹا نہیں سکتا، لیکن اس میں صبر سے کام لینا پڑے گا، مصابرت سے کام لینا پڑے گا اور رباط و مرابطت سے کام لینا پڑے گا۔''

اور ان کی واقعات کی روشنی میں جامع تفسیر فرماتے ہوئے یہ توجہ بھی دلائی کہ ''ہر حالت میں بڑی سی بڑی دشمنی اور جذبہ وانتقام میں بھی حدود سے آپ تجاوز نہ کریں گے۔''

اور اس پر بات ختم کی کہ ''آپ اپنی خصوصیت کو قائم رکھئے، اپنی اصلاح کیجئے کہ عقائد کی تصحیح ہو، اعمال کی اصلاح ہو، نمازوں کی پابندی ہو، شرک و بدعت سے نہ صرف اجتناب بلکہ نفرت ہو، کہ نام سننے کے لئے تیار نہ ہوں اصلاح معاشرہ ہو، شادی، خوشی، غمی یہ سب کام آپ شریعت کے مطابق کیجئے اور فضول خرچی، اسراف، سودی قرض لینے اور دینے اور حق تلفی، دوسرے کے حق مارنے سب سے توبہ کیجئے پھر دیکھئے اللہ تعالیٰ کی مدد کیا آتی ہیں، اور کیا کرتی ہے''۔

یہ خطاب ندوۃ العلماء کے ترجمان پندرہ روزہ تعمیر حیات میں ۲۵ر فروری ۱۹۹۳ء کے شمارہ میں شائع ہوا تھا، جسے برادرم محترم سید محمد ہاشم ندوی بھٹکلی نے ٹیپ ریکارڈ سے نقل کیا تھا اور مرتب کیا تھا وہ اس وقت دار العلوم ندوۃ العلماء کے فضیلت دوم (علیا ثانیہ شریعہ) کے طالب علم بلکہ لائق فائق طالب علم تھے۔ اور اب وہ اپنے مختلف دینی دعوتی ملی کاموں کے ذریعہ اس فکر کے ناشر و داعی بھی ہیں جو اس میں پیش کی گئی ہے۔

اس خطاب کی خصوصیت یہ بھی رہی کہ یہ جامعہ سید احمد شہید کٹولی ملیح آباد لکھنؤ کے پانچویں سالانہ اجلاس کے موقع پر کیا گیا تھا، جہاں حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ اپنی ان محبوب شخصیت کی نسبت سے اس کے اجلاس میں شرکت کا اہتمام فرماتے تھے۔ اور انہی کی صدارت میں اس کا سالانہ اجلاس ہوتا تھا۔

راقم کے لئے یہ عز و شرف کا مقام ہے کہ تعمیر حیات کی فائلوں کی ورق گردانی میں یہ

متاع گرنمایہ قیمتی ہدایت نامہ کے طور پر ہاتھ آیا، اور افادہ عام کے لئے اس کی اشاعت کا داعیہ پیدا ہوا۔

چونکہ اس رسالہ کا موضوع صبر سے ہے اور اس کے انفرادی اور اجتماعی حالت اور اس کی تعلیم وتبلیغ وتلقین اور دینی ملی تشخص کی حفاظت واستقامت اور اس کے مورچے کو سمجھنے اور اس پر ڈٹے رہنے اور دینی وایمانی خطرات کو سمجھنے اور اس کے مقابلہ کی صلاحیت پیدا کرنے سے ہے، اس مناسبت سے ایک اہم مضمون حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی ہی کتاب ”قرآنی افادات“ سے بھی شامل کیا گیا ہے، جس میں اہل علم وفکر اور قائدین وخواص ملت کے مقام اور ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلائی گئی ہے، اس موقع پر وہ بات یاد آتی ہے، جو ان کے شیخ ومربی اور مرشد حضرت مولانا شاہ عبد القادر صاحب نور اللہ مرقدہ (متوفی ۱۳۸۲ھ۔ ۱۹۶۲ء) نے ان سے اپنی ایک مجلس میں کہی تھی جس کا انہوں نے اپنی کسر نفسی اور اپنے شیخ کے احترام میں کوئی جواب نہ دیا، مگر اس کے مضامین ان کے قلب پر ایسے القاء ہوتے رہے جنھیں جمع کیا جاتا تو ایک مستقل کتاب ہو جاتی پھر بھی رسالہ ”بقامت کہتر بقیمت بہتر“ کا صحیح مصداق ہے جو ہمارے آپ کے سامنے ہے، خود انہوں نے اپنے شیخ ومربی حضرت رائے پوری نور اللہ مرقدہ کی ”بے نفسی اور فنائیت“ کا تذکرہ کرتے ہوئے ان کی سوانح حیات میں یہ واقعہ لکھا ہے کہ۔

”راولپنڈی میں ایک مرتبہ قریشی صاحب کی کوٹھی پر چمن میں عصر کے بعد بڑی وسیع مجلس تھی، بعض اعلیٰ عہدہ دار، ممتاز علماء اور عمائد شہر جمع تھے، پروفیسر عبدالمغنی صاحب جے پوری نے (غالباً اس خیال سے کہ حضرت کچھ ارشاد فرمائیں اور لوگ مستفید ہوں) سوال کیا، کہ حضرت صبر کی حقیقت کیا ہے، حضرت نے بڑی بے تکلفی سے راقم کی طرف اشارہ کیا کہ مجھے تو معلوم نہیں ان سے پوچھو، میں نے اپنے نزدیک بڑی کسر نفسی اور تواضع سے کام لیتے ہوئے، عرض کیا کہ حضرت مجھے تو اس کے لغوی معنی کے سوا کچھ معلوم نہیں۔ نہایت

سادگی اور اطمینان سے فرمایا کہ مجھے تو یہ بھی معلوم نہیں! مجلس پر سناٹا چھا گیا، حضرت کو اس کا احساس نہیں معلوم ہوتا تھا، کہ مجلس کے خواص حضرت کے متعلق کیا رائے قائم کریں گے جن کو علماء و عمائد کے ایک بڑے گروہ نے اپنا شیخ و مربی تسلیم کر رکھا ہے۔(۱)

صبر کے متعلق اس مضمون کے ساتھ ایک دوسرے تکمیل مضمون کو شامل کرنے کے ساتھ اہل تعلق کے لئے ان کے بعض اہم مشوروں اور نصیحتوں کو بھی جگہ دی گئی ہے، جو ایک اچھا مسلمان بننے کے لئے معاون ہوں گی۔

اس طرح امید ہے کہ یہ رسالہ خواص و عوام سبھی طبقوں کے لئے مفید اور رہنما ثابت ہوگا اور وہ اس سے نصیحت اور عمل کا جذبہ اور سخت و مشکل حالات میں حوصلہ پائیں گے۔

مخدوم گرامی الحاج انجینئر محمد عثمان صاحب حیدر آبادی زید مجدہ نے اپنے ادارے ”ایچ ایم حسین ٹرسٹ“ سے اس کی اشاعت کی ذمہ داری لی۔ وہ اس سے پہلے بھی حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے کئی اہم رسالے و کتابچے شائع کر چکے ہیں، ان کے اسی سلسلہ مطبوعات کی یہ اہم کڑی ہے، جو وقت و حالات کا تقاضہ اور ضرورت بھی ہے، ہم ان کے شکر گزار ہیں اور عزیزی مولوی ہشام عبد الحکیم ندوی سلمہ کے بھی کہ ان سے پروف کی تصحیح میں تعاون ملا۔

اللہ تعالیٰ اسے قبول فرمائے اور تواصی بالحق و تواصی بالصبر کے اجر میں شامل فرمائے اور اس کی برکت عطا فرمائے۔ آمین

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالىٰ عَلىٰ خَيرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَعَلٰى آلِهٖ وَأَصْحَابِهٖ أَجْمَعِين

۲۷/رجب المرجب/۱۴۳۸ھ		محمود حسنی ندوی (۲)
۲۵/اپریل/۲۰۱۷ء		دار العلوم ندوۃ العلماء، لکھنؤ

---

(۱) سوانح حضرت مولانا عبد القادر رائے پوری: ۲۴۷ (مطبوعہ مکتبہ اسلام، لکھنؤ)

(۲) نائب مدیر ”تعمیر حیات“ ندوۃ العلماء، لکھنؤ

صبر کی حقیقت

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ وَخَاتَمِ النَّبِيِّيْنَ سَيِّدَنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ أَجْمَعِيْنَ وَمَنْ تَبِعَهُمْ بِاِحْسَانٍ وَدَعَا بِدَعْوَتِهٖ إِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ: أَمَّا بَعْدُ

فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ، يٰأَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ

(سورۃ آل عمران: آیت: ۲۰۰)

اے ایمان والو صبر کرو، ایک دوسرے کو صبر کی ترغیب دو، اور مورچوں پر جمے رہو اور ہر حال میں خدا سے ڈرتے رہو تاکہ (اپنے مقصد میں) کامیاب ہو۔

قرآن مجید ایک اعجاز کامل

ہم آپ سب قرآن مجید پر ایمان رکھتے ہیں، اور قرآن مجید کو خدا کا معجزہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ کا معجزہ اور اللہ کا کلام سمجھتے ہیں، لیکن سب یہ حقیقت نہیں جانتے، وراس حقیقت کے نہ جاننے سے کوئی مواخذہ نہیں ہوگا اس لئے کہ علم کے درجے ہوتے ہیں کہ قرآن مجید مجموعی اور کلی حیثیت سے بھی معجزہ ہے اور جزوی حیثیت سے بھی معجزہ ہے۔ یعنی اس کی ایک ایک آیت معجزہ ہے، ہمارا ایمان ہے کہ قرآن مجید معجزہ ہے، لیکن بہت کم لوگوں کی اس پر نظر ہے کہ قرآن مجید کی آیت مستقل ایک معجزہ ہے، اور اس کا اعجاز مختلف زمانوں اور مختلف

حالات میں اس طرح ظاہر ہوتا ہے، کہ آفتاب کی مثال دینی بھی بے ادبی ہے اور میں نے آپ کے سامنے قرآن مجید کی جو آیت پڑھی ہے، بالکل یہ ایک اعجاز کامل ہے، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ قرآن مجید کی خصوصیت ہے کہ ایک مرتبہ نہیں سو مرتبہ نہیں، ہزاروں مرتبہ پڑھا جاتا ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ قرآن مجید آج ہی نازل ہوا ہے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ایمان

اور یہ بات حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو پیش آئی کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو لوگوں میں ایک مایوسی دوڑ گئی، اور لوگوں کے قدم اکھڑے نہیں لیکن ہل گئے، کہ اب کیا ہوگا اور اچھے اچھے لوگوں کے دلوں میں یہ خیال پیدا ہوا کہ اس دین کا کیا مستقبل ہے یہ دین باقی رہے گا یا نہیں، لیکن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے یہ آیت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سامنے پڑھی کہ وہ کہتے تھے کوئی یہ نہ کہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی اور وہ یقین نہیں کرتے تھے کہ ساری دنیا کے سب کے سب مسلمان نہیں ہوجاتے کیسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے تشریف لے جاسکتے ہیں، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جب یہ آیت پڑھی:۔

”وَمَا مُـحَـمَّـدٌ إِلَّا رَسُوْلٌ قَد خَلَتُ مِنْ قَبلِهِ الرُّسُلِ أَفَإِن مَاتَ أَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰی أَعْقَابِكُمْ وَمَنْ يَّنْقَلِبُ عَلٰی عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْئًا“ (آل عمران:١٤٤)

ترجمہ: اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تو صرف (اللہ کے) پیغمبر ہیں، ان سے پہلے بھی بہت سے رسول (پیغمبر) ہوگزرے ہیں، بھلا اگر ان کی وفات ہوجائے یا شہید کردیئے جائیں تو تم الٹے پاؤں پھر جاؤ گے (یعنی مرتد ہوجاؤ گے) اور جو الٹے پاؤں پھر جائے گا تو وہ اللہ کا کچھ نقصان نہ کرسکے گا۔ اور خدا شکر گزاروں کو (بڑا) ثواب دے گا۔

تو اچھے اور ممتاز صحابی کہتے ہیں کہ ایسا معلوم ہوتا تھا، کہ یہ آیت آج ہی نازل ہوئی ہے یہ اسی موقع کی تھی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کو یہ آیت تلاوت کرتے سنا تو حیرت زدہ ہوکر بے ساختہ زمین پر گر

گیا، میرے پیروں کی طاقت ختم ہو چکی تھی اس وقت مجھے یہ علم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہو گیا ہے۔ (۱)

ایک فکری دعوتی طاقت

میں نے ابھی آپ کے سامنے جو آیت پڑھی ہے، اس کا حال بھی یہی ہے کہ یہ جب سے نازل ہوئی ہے، کوئی گن نہیں سکتا کہ کب کب اور کیسے کیسے موقعوں پر اور مایوسی کے عالم میں اس نے رہنمائی کی، اور مسلمانوں میں ایک روحانی، جسمانی، قلبی اور ذہنی، فکری اور دعوتی طاقت پیدا کر دی، جس میں انفرادی صبر اجتماعی صبر اور مورچہ پر جمے رہنے اور ہر معاملہ میں اللہ کا پاس ولحاظ رکھنے کی بات کہی گئی ہے، جسے تقوی کہتے ہیں اور دنیا و آخرت کی کامیابی اس سے جوڑ دی گئی ہے

صبر کی حقیقت

جب کسی زبان کا لفظ کسی دوسری زبان میں جاتا ہے، تو بہت سی تبدیلیاں اس میں پیدا ہو جاتی ہیں اور بہت تجربے اس کے ساتھ لگ جاتے ہیں، اور اس کا ایک خاص مفہوم بن جاتا ہے، اور ایک زبان میں اس کا ایک مفہوم اور تخیل ہوتا ہے، دوسری زبان میں دوسرا، یہی صبر کا معاملہ ہے کہ صبر کا لفظ ایک مجبوری کی حالت کے معنی میں استعمال ہونے لگا ہے کہ اگر کچھ نہ ہو سکے تو صبر سے کام لو، اور گوارہ کر لو، تسلی حاصل کر لو، اور بیٹھ جاؤ، لیکن عربی میں صبر کے معنی یہ نہیں ہیں۔ عربی میں معنی ہیں کہ کسی کا سخت سے سخت ناگوار سے ناگوار واقعہ کو ہمت سے برداشت کر لینا، اور جھیل لینا، اس کے معنی ہار ہی مان لینا، سپر ڈال دینا، مایوس ہو جانا، نہیں ہیں بلکہ جس وقت حالات آئیں اس وقت اسے برداشت کر لینا۔ اس لئے کہ پہلی

---

(۱) اس واقعہ کی تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: سیرت ابن ہشام ج: ۲۔ ص: ۵۵۶ اور صحیح البخاری باب مرض النبی صلی اللہ علیہ وسلم ووفاتہ، ، نبی رحمت از حضرت مولانا سید ابو الحسن علی حسنی ندوی، ص: ۳۶۸، مجلس تحقیقات ونشریات اسلام لکھنؤ (ہاشم)

شرط جو ہے کسی چیز کے مقابلہ اصلاح حال اور تلافی مافات کے لئے اور شرمندگی وذلت اور مایوسی کی حالت بدلنے کے لئے صبر سے کام لے، انسانی نفسیات کی تاریخ میں، اور تاریخ کے تجربہ کی روشنی میں فطرت انسانی کی رہنمائی میں وہ یہ ہے کہ پہلے برداشت کرے اس کو سہار لے جائے، اس کے سامنے گر نہ جائے۔

اجتماعی صبر

اور پھر قرآن کا معجزہ ہے جو عربی زبان کا ذوق رکھتے ہیں وہ جانتے ہیں کہ باب مفاعلہ لازم چیزوں کے لئے اور جو ذاتی چیزیں ہیں ان کے ساتھ یہ باب بہت کم آتا ہے، وہ متعدی چیزوں کے ساتھ آتا ہے، جیسے ’’مقاتله‘‘ ایک دوسرے سے لڑنا، ’’محاربة‘‘ ایک دوسرے سے جنگ کرنا، ’’مناصره‘‘ ایک دوسرے کی مدد کرنا، لیکن یہاں صبر جو ایک ذاتی فعل اور ایک ذاتی اقدام اور ذاتی طرز عمل ہے، اس کے لئے مفاعلہ کا صیغہ ہے، ’’وصابروا‘‘ اور صبر کی فضا پیدا کرو، صبر کی تلقین کرو، قوت برداشت کا مظاہرہ مردانہ وار، بہادرانہ اور صابرانہ طریقے پر کرو، تم نے اسے برداشت کیا ہے لیکن اس کو جائز قرار نہیں دیا، ایک برداشت کرنے کے معنی ہماری اردو میں یہ بھی ہوتے ہیں، اچھا بھائی ہوگیا کیا کیا جائے مجبوری ہے، یہ نہیں۔

تم نے اسے برداشت کرلیا، اسے سہہ لیا اور اور اس کے بعد تم وہی کے وہی رہے، تمہاری قوت ایمانی وہی ہے، تمہارے اعتقادات وہی ہیں، تمہارے توکل علی اللہ کی کیفیت وہی ہے، اور اللہ کو قادر المطلق ماننے کی تمہاری صفت وہی ہے، تو ارشاد ہے، ’’صابروا‘‘ اور صبر کی فضا پیدا کرو، یعنی صبر کا شامیانہ تمہارے سروں پر چھایا نظر آئے، صبر کے بادل کا سایہ تمہارے سروں پر رہے اور جو دیکھے وہ کہے یہ امت بڑی قوت برداشت والی امت ہے، اس میں بڑی قوت مقابلہ ہے، یہ قوت مقابلہ بیرونی حملوں کے لئے نہیں بلکہ اندرونی حملوں کے لئے بھی ہے، جی اس وقت بھی چاہتا ہے کہ ماریں اور مر جائیں، لیکن انہوں نے اپنے کو قابو میں رکھا ہے، مفاد عامہ ان کے سامنے ہے، ان کے سامنے ملک کی مصلحت ہے، ان کے سامنے پڑوسیوں کے

حقوق ہیں، ان کے سامنے ظلم وسفا کی اور خونریزی کی قباحت ہے، ان کو ایمانی طاقت روک رہی ہے، ان کا ایمان ان کو روک رہا ہے، ان کو جو تربیت دی گئی ہے، ان کے سامنے جو اسوۂ رسول ہے، جو صحابہ کا نمونہ ہے، وہ ان کو روک رہا ہے، ورنہ یہ میدان میں آجاتے، یہ بتا سکتے ہیں، کہ یہ کیا کر سکتے ہیں اور دنیا کی تاریخ بتاتی ہے کہ ایک قلیل گروہ نے کیا کرلیا، اقلیت نے کیا کیا، چند آدمیوں نے کیا کرلیا، ملک کے ملک تباہ کر کے رکھ دیئے، جلا کر کے رکھ دیا، خاک کر کے رکھ دیا، "وصابروا" صبر ہی کافی نہیں تم امت ہو فرد نہیں ہو، تمہارے لئے امت کے احکام ہیں، تمہارے لئے ارشاد خداوندی ہے، فرمان نبویؐ ہے، اسوۂ رسولؐ ہے، تم اپنی مرضی کے مختار نہیں ہو، غصہ آیا، جوش آیا، کھڑے ہوئے، قریب کا گھر تھا، پڑوسی کا گھر تھا، اسے جلا دیا، اپنا غصہ نکالنے اور اس کو ٹھنڈا کرنے کے لئے ہم نے اسے جلایا غصہ کو ٹھنڈا کرنے کے لئے آگ نہیں لگائی جاتی، غصہ ٹھنڈا کرنے کے لئے زیادہ حکیمانہ زیادہ مشفقانہ زیادہ مصلحت اندیشانہ، زیادہ مبصرانہ افعال ہوتے ہیں اور اچھا طرز عمل ہوتا ہے۔

یہ قرآنی اعجاز ہے کہ آج بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ آیت ہم ہندوستانی مسلمانوں کے لئے نازل ہوئی ہے کہ اے ایمان والو! صبر سے کام لو۔ "وصابروا" اور جمے رہو، دیوار بنے رہو، ان فسادات، ان نازک حالات، ان حملوں، تعدیوں، دست درازیوں اور خونریزیوں اور اس بہیمت اور سفاکیت کے مقابلہ میں چھاؤنی بنے رہو۔ (۱)

رباط کیا ہے؟

رباط کہتے ہیں ایسی مامون اور محفوظ جگہ کو جہاں لوگ مل جل کر رہیں، یہ جو فرمایا گیا "ورابطوا"، اس میں یہ پیغام ہے کہ جمے رہو، اور دیوار بنے رہو، اور دوسروں کے سامنے تم چھاؤنی معلوم ہو۔ (۲)

---

(۱) کچھ ہی وقت پہلے ۶ر دسمبر ۱۹۹۲ء کو بابری مسجد کی شہادت کا المیہ پیش آیا جس کی وجہ پورے ملک کی فضا خراب چل رہی تھی اور ایک غیر یقینی صورت حال بنی ہوئی تھی (مرتب) (۲) رابطوا یعنی خارجی دشمنوں اور اندرونی دشمن (نفس) باقی اگلے صفحہ پر)

تقویٰ کا وسیع مفہوم

اور پھر آخر میں فرمایا: "واتقو الله" اور اللہ کا پاس ولحاظ کرو یہ "تقویٰ" کی تلقین ہے اور یہی فرق کسی قائد کی تلقین، کسی سیاسی رہنما کی تلقین میں کسی سیاسی مبصر اور فلسفی کی تلقین میں، اور اللہ تعالیٰ کے ارشاد میں اور اس کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تلقین میں ہے، کوئی اور ہوتا تو بس یہیں تک کہتا کہ: "یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا" اور یہ بھی کہہ دیتا، "وَرَابِطُوْا" اور جمے رہو، سیسے کی دیوار اور پہاڑ بنے رہو، لیکن "فَاتَّقُوا اللّٰہَ" کہ اللہ کا تقویٰ اختیار کرو، یہ اللہ کہے گا، اور اس کا رسول کہے گا، اور فرق ہے اس دین میں جو اللہ کی طرف سے آیا، اور اس کے پیغمبر نے پہونچایا، اور اس فلسفہ، اس رہنمائی، اس قیادت میں جو انسان اپنے تجربہ، اپنے حالات، اپنی خواہشات اپنی قوم وجماعت کے مطابق قیادت کا جو نقشہ پیش کرتا ہے، اس میں فرق ہے، کوئی نہیں کہتا سوائے اللہ اور اس کے رسول کے اور اس کے کلام کے "وَاتَّقُوا اللّٰہَ" یہ موقع "اِتَّقُوا اللّٰہَ" کہنے کا تھا، یہ تو صبر کی تلقین کی جارہی ہے، اور صبر کے معنی ہیں کسی نے حملہ کیا ہے، کسی نے زیادتی کی ہے، اور کوئی ہمارے مقابلہ میں ظالم ہے، اس موقع پر نہیں کہا جاسکتا کہ اللہ سے ڈرو، پہلے کہے، بعد میں کہے قرآن شریف کی تفسیر میں کہے لیکن ایسے موقع پر کہ ہمارے سامنے ایک طاقت ہو اور وہ طاقت تمام حدود کو پار کررہی ہو، نہ عورتوں کی عصمت مانع ہے، نہ بوڑھوں اور ضعیف العمر کی ضعیفی مانع ہے، نہ ان کی پیرانہ سالی مانع ہے، نہ پڑوسی کا پڑوس مانع ہے، نہ پڑھے لکھے کا علم مانع ہے۔ جیسا

(بقیہ گزشتہ صفحہ) دونوں سے مقابلہ کے لئے مستعد رہو، مرابطہ کے معنی دشمنوں سے مقابلہ کی تیاری کے ہیں، اور اس کے تحت میں ہر قسم کی جنگی تیاریاں آجاتی ہیں، جو عصر جدید کے تقاضوں کے تحت دشمنان دین کے مقابلہ میں کی جائیں، صبر یا مصابرہ یا مرابطہ سب کا اصلی مصدر اور آخری ماخذ تقویٰ الٰہی ہے، آخر میں اسی کی تاکید ہے، اور اسی کا نتیجہ دنیا وعقبیٰ (آخرت) میں فلاح (کامیابی) ہے۔ (تفسیر ماجدی جلد اول: ص: ۶۹۸ مطبوعہ مجلس تحقیقات ونشریات اسلام لکھنؤ) (مرتب)

کہ آپ نے اخبار میں دیکھا اور پڑھا، اس موقع پر "وَاتَّقُوا اللّٰہَ" کہنا، یہ بس خدا ہی کہہ سکتا ہے، اور خدا کا رسول کہہ سکتا ہے اور دنیا میں جتنے لٹریچر ہیں میں ان کے مطالعہ کے بعد اس نتیجہ پر پہونچتا ہوں کہ یہ موقع "وَاتَّقُوا اللّٰہَ" کہنے کا نہیں، یہ موقع تو ہے کہ ان کو سبق دو، ان سے منوالو کہ یہ تمہارے قدموں پر گر جائیں، اور کچھ پرواہ نہ کرو، تمام حدود پار کر جاؤ، جو کچھ کر سکتے ہو کرلو، یہ موقع اس کے کہنے کا تو ہوتا ہے لیکن یہ شریعت الٰہی، تعلیمات نبوی، دین سماوی کا اعجاز ہے کہ اس موقع پر کہا کہ جب تمہیں موقع ملے تو یاد رکھو، "اتقوا اللہ" اللہ سے ڈرو بھی، ان کی طرح تم بے احتیاطی، ان کی طرح تم حدود سے تجاوز، ان کی طرح تم درندگی، ان کی طرح حقائق سے چشم پوشی، ان کی طرح ملک، ماحول ومعاشرہ اور بستی، حال مستقبل اور وقت سے آنکھیں بند کرلینا، یہ تمہارا کام نہیں، "واتقوا اللہ" تم حدود الٰہی اور حدود شرعی کے تمام پابند ہو، اس سے آگے تم نہیں بڑھ سکتے۔

مکمل تلقین اور ہدایت نامہ

بس میرے بھائیو! یہ ہمارے لئے پوری تلقین اور ہدایت نامہ ہے۔

آپ تاریخ پڑھیں گے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ ایسے ایسے وقت آئے ہیں تاریخ میں، اور امت مسلمہ کے پیدا ہونے کے بعد بعثت نبوی کے بعد اور خلافت راشدہ کے بعد ایسے ایسے وقت آئے ہیں کہ بالکل صاف نظر آرہا تھا اور اس کی آسانی سے پیشین گوئی کی جاسکتی تھی، اور اس کے لئے کسی قیاس مرعوبیت، اور احساس کمتری کی ضرورت نہیں تھی، بلکہ یہ حقیقت نظر آرہی تھی کہ اس امت کا اب کوئی مستقبل نہیں ہے، مسلمان اب دنیا میں نہیں رہیں گے، لیکن اللہ کا معجزہ ظاہر ہوا، اس امت کے ساتھ کچھ معجزات ہیں جو نبی کے ساتھ ظاہر ہوتے ہیں، اور ان ہی کا فیض ہے کہ اس امت کے ساتھ ایسا معاملہ کرتا ہے جو معجزہ بن کر ظاہر ہوتا ہے۔

اسلامی تاریخ کے دو حیران کن واقعے

میں صرف دو مثالیں آپ کے سامنے دیتا ہوں، ایک یہ کہ تاتاریوں نے جب حملہ کیا، اس وقت صاف نظر آرہا تھا، اور اس کے لئے کسی دوربین کی ضرورت نہیں تھی، اور نہ کسی بڑی ذہانت کی ضرورت تھی، یہ صاف نظر آرہا تھا کہ اب دنیا سے مسلمان ختم اور کوئی اسلام کا نام لیوا بھی نہیں رہے گا، اور پوری اسلامی سلطنتوں کو انہوں نے بالکل درہم برہم کردیا تھا، مسلمانوں کے سروں کے مینار کھڑے کردیئے تھے، میں زیادہ نہیں کہوں گا کہ کہیں لوگوں کی اس طرف رہنمائی نہ ہوجائے، کہ یہ بھی ہوسکتا ہے، شہر کے شہر سلطنت کے سلطنت کے چراغ گل ہوگئے، اور اس وقت کی ضرب المثل بن گئی تھی کہ ہر بات مان لینا ہر بات قابل یقین اور قابل قیاس ہے، مگر ایک بات نہ ماننا، چاہے جتنا سچا آدمی اور جتنا معتبر وثقہ آدمی کہے کہ تاتاریوں نے شکست کھائی لیکن ہوا اس کے برخلاف دنیا کی تاریخ بتاتی ہے کہ آپ صرف آرنلڈ کی کتاب ''پیریچنگ آف اسلام'' پڑھ لیں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ پوری پوری تاتاری قوم ۱۰۰ فیصدی مسلمان ہوگئی، اور مبصرین کا کہنا ہے کہ تین قومیں ایسی ہیں، جو پوری کی پوری مسلمان ہوئیں، ایک بھی ان میں باقی نہیں رہا۔ (۱)

ایک تو تاتاری قوم ترک ان ہی میں سے ایک عثمانی ترک تھے جنہوں نے صدیوں تک خلافت عثمانیہ کے نام سے دنیا کے بڑے حصہ پر حکومت کی وہ تاتاری النسل تھے اور دوسرے افغانی تھے سو فیصدی مسلمان ہوگئے۔ ۷۰ فیصدی نہیں، ۸۰ فیصدی نہیں پوری پوری افغان نسل مسلمان ہوگئی، وہاں آپ کو ایک انچ زمین بھی ایسی نہیں ملے گی جہاں کوئی غیر مسلم رہتا ہو، پہلے تو خطۂ عرب کو کہنا چاہیئے تھا، جہاں اللہ نے خاتم النبیین سید المرسلین صلی اللہ وعلیہ وسلم کو پیدا کیا، تو یہ تین قومیں پوری پوری مسلمان ہوگئیں، کوئی اس وقت یہ کہہ سکتا

---

(۱) تاتاریوں کے قبول اسلام کی تفصیلات کے لئے ملاحظہ ہو، تاریخ دعوت وعزیمت جلد اول، صفحہ: ۳۲۶ تا ۳۳۸ طبع جدید مجلس تحقیقات ونشریات اسلام، لکھنؤ (مرتب)

تھا کہ اسلام کا چراغ کہیں جلے گا، صاف معلوم ہو رہا تھا کہ تاریخ لکھی جائے گی، ایک زمانہ تھا کہ مسلمان تھے نبیؐ پیدا ہوئے تھے، ان پر لوگ ایمان لائے تھے اور اتنے دنوں تک انہوں نے سلطنت کی، لیکن یہ کیسے، ''وَاتَّقُوا اللّٰہَ'' کی تفسیر ہے، اسے میں کہتا ہوں کہ یہ فیض تھا روحانی آدمیوں کا، قوت ایمانی رکھنے والوں کا، صوفیائے کرام کا، مشائخ کا، اور دربار کے ان مسلمان اراکین اور مسلم وزیروں کا، جن سے کام لیا جاتا تھا، انہوں نے اپنی روحانیت سے، اخلاق سے، خدا ترسی سے اور اپنی عبادت گزاری سے ان کے دل نرم کر لئے، موم کر دیئے اور ان کو مسلمان کر دیا۔

قبول اسلام کا ایک عجیب وغریب واقعہ

ایک واقعہ عجیب وغریب ہے، جب بھی میں سناتا ہوں، ایک نیا لطف لیتا ہوں، آپ بھی سن لیجئے۔

یہ واقعہ تغلق تیمور کا ہے، واقعہ یہ ہے کہ تاتاری۔ ۳، ۴ شاخوں میں بٹ گئے تھے، اور ہر شاخ میں کئی کئی لاکھ آدمی تھے، اور ان کی وہ شاخ جو ترکستان اور ایران پر حکومت کرتی تھی اس شاخ کا ولی عہد تغلق تیمور تھا، بعد میں تیموری نسل کے لوگوں میں جو نام تیمور آتا ہے وہ اسی وجہ سے ہے کہ ان کی نسل اوپر جا کر ان ہی سے مل جاتی ہے۔

تغلق تیمور ایک مرتبہ شکار کو نکلا اور بڑے انتظامات کے ساتھ نکلا، وہ کیا شکار کرتا اس کا خود شکار ہو گیا۔ (۱)

قصہ یہ ہے کہ ان تاتاریوں میں یہ مشہور تھا کہ اگر ایرانیوں پر نظر پڑ جائے تو شکار نہیں

---

(۱) علاقوں اور قوموں کا مزاج ہوتا ہے، یہ علاقہ ترک نسل اور ایرانی، اور افغانی نسل کے لوگوں کا علاقہ تھا، شکاری کے کچھ توہمات ہوتے ہیں کہ چڑیا آرہی ہے اوپر سے، دو چیزیں اس میں منحوس سمجھی جاتی تھیں ایک یہ کہ چاقو کا کوئی نام نہ لے، چلتے وقت اگر کسی نے کہا کہ چاقو ہے؟ شکار کو جا رہے ہیں تو سمجھ گئے کہ اب شکار نہیں ملے گا، چھری چاقو کا نام نہیں لینا چاہئے، اسی طرح یہ مشہور تھا کہ جمعرات کو شکار نہیں ہوتا، ان لوگوں (تاتاریوں اور افغانیوں) میں مشہور تھا کہ ایرانی پر نظر نہ پڑے ورنہ شکار نہیں ہوگا۔

ملے گا اور وہ دن منحوس ہے جس دن ایرانی مسلمان پر نظر پڑ جائے، مگر اللہ کو کچھ اور منظور تھا، تغلق تیمور ہرن کو شکار کرنے نکلا تھا اور اللہ کو شکاری کو شکار کرنا مقصود تھا، وہ نکلا تھا کہ تیندوے کو، شیر کو مارے اور اللہ کو اسے مارنا نہیں تھا جلانا تھا، اس کی موت نہیں تھی بلکہ اس کی زندگی مقدر تھی، کیا ہوا اللہ کی حکمت اور اس کا انتظام کہ ایک بزرگ شیخ جمال الدین تھے جو بخارا کے رہنے والے تھے وہ تغلق تیمور کے اسلام لانے کا ذریعہ بنے (۱) کہیں وہ جارہے تھے، راستہ چلتے چلتے وہ سرحد میں داخل ہوگئے، لمبی سرحد ہوتی ہے، جگہ جگہ پہرے دار ہوتے ہیں، مگر وہ ایسی جگہ سے داخل ہوئے، جہاں کوئی پہرے دار نہیں تھا، ایک پہرے دار نے دیکھ لیا، وہ ان کو باندھ کر ولی عہد کے سامنے لایا، ولی عہد کرسی پر بیٹھا ہوا تھا کہ شکار کو نکلیں گے، اس کا انتظام کیا گیا تھا۔ ہانک ہانک کر لایا جاتا ہے، وہ گئے اس نے دیکھا کہ یہ ایرانی اور مسلمان تو وہ آگ بگولہ ہوگیا، سرخ ہوگیا، اور اس نے بہت ہی سخت جلال اور طیش میں آکر کہا اور کتا پاس تھا، اس کے سمجھ میں کچھ نہیں آیا، اس نے کہا تم اچھے یا یہ کتا اچھا، بتاؤ! تم اچھے یا یہ کتا اچھا، وہ بزرگ تھے، اللہ والے تھے، آرنلڈ کا بیان ہے، فارسی اور ترکی تاریخ میں جو ہم نے دیکھا ہے وہ بھی سن لیجئے گا، آرنلڈ کہتا ہے، انہوں نے کہا اگر اللہ نے ہمیں ہدایت نہ دی ہوتی، اسلام سے مشرف نہ کیا ہوتا، تو یہ کتا اچھا تھا، لیکن اب ہم اچھے ہیں، اس نے کہا اسلام کیا ہوتا ہے، انہوں نے اس کی تشریح کی اور یہ تشریح ہماری آپ کی اور کسی واعظ، مقرر کی تشریح نہیں تھی، یہ ایک اللہ والے کی تشریح تھی، ایک صاحب قلب، دل

---

(۱) مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی تفصیل اپنی کتاب تاریخ دعوت وعزیمت جلد اول (طبع جدید) صفحہ ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷ میں لکھی ہے، اور آخر میں بصراحت لکھا ہے کہ ”اتنا محقق ہے کہ تغلق تیمور کے اسلام لانے اور بالواسطہ کاشغر اور سلطنت چغتائیہ میں اسلام کی اشاعت کا ظاہری سبب شیخ جمال الدین ہیں، جن کے دل سے نکلے ہوئے ایک فقرہ نے اور ان کی قوت ایمانی اور اخلاص و درد نے وہ کام کیا جو ہزاروں تقریریں اور لاکھوں شمشیریں نہیں کرسکتیں (جزاہ اللہ تعالیٰ عن الاسلام وعن بنیہ خیرا) (مرتب)

والے کی تشریح تھی، جس سے اسکے دل پر چوٹ لگی تو اس نے کہا، اچھا اگر ابھی میں اسلام قبول کروں اسی طرح کوئی جملہ کہا تو کوئی فائدہ نہیں ہوگا، جب آپ یہ دیکھیں کہ ہماری تاج پوشی ہوگئی، تخت سلطنت پر بٹھا دیا گیا تو مجھ سے ضرور ملئے گا، اس وقت میں اسلام کا اعلان کروں گا، اور ہزاروں ہزار آدمی مسلمان ہوجائیں گے۔

لیکن ترکی وفارسی تاریخوں میں لکھا ہے کہ یہ کتا زیادہ معزز ہے یا تم؟ انہوں نے بڑے اطمینان سے جواب دیا کہ اگر ایمان پر ہمارا خاتمہ ہو، تو میں اچھا ورنہ یہ کتا اچھا، اور یہی بات سمجھ میں آتی ہے، اوران سے مناسبت رکھتی ہے کہ ایمان پر ہمارا خاتمہ ہو، دنیا سے اس حال میں جائیں کہ ”لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہَ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ، اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ“ پڑھ رہا ہوں، میرے دل میں ایمان ہے تو یہ کتا کیا دنیا کے سارے جانوروں اور پرندوں سے اور جانور کیا دنیا کے سارے خزانوں سے میں افضل ہوں، انہوں نے پوچھا ایمان کیا ہوتا ہے، انہوں نے اس کی تشریح کی اور اس کے بعد سے وہ اس کے دن گننے لگے کہ دیکھوں کب اس کی تاج پوشی ہوتی ہے، کہ میں جاؤں اور انہیں یاد دلاؤں، آپ نے مجھ سے کہا تھا لیکن ان کے قسمت میں یہ نہیں تھا، آخر وقت ہوا بیٹے کو بلایا اور کہا دیکھو بیٹے! شاید تمہاری قسمت میں سعادت لکھی ہوئی ہے، جب سننا کہ تغلق تیمور کی تاج پوشی ہوگئی تو جانا اور اسے یاد دلانا، چنانچہ جب اس کی تاج پوشی ہوئی، وہ گئے اور باہر ذرا فاصلہ پر اپنا مصلی ڈال دیا، اور اذان شروع کی اور نماز پڑھنے لگے، وہاں تک آواز نہیں پہنچتی تھی، مگر صبح کے تڑکے میں آواز پہونچ گئی، اسے غصہ بھی آیا اور نیند بھی خراب ہوئی، نیند کیا خراب ہوئی بہت کام آئی نیند تو بڑی مبارک ثابت ہوئی، جاگنا بڑا مبارک ثابت ہوا، اس نے کہا یہ کون ہے؟ یہ کس کی آواز ہے؟ کہا گیا، ایک مجذوب سا آدمی ہے، کہیں کچھ بچھائے ہوئے اٹھتا بیٹھتا ہے اور صدا لگاتا ہے، کہا پکڑ لاؤ، پکڑ لائے، فارسی ترکی تاریخ کی بات ہے، پوچھا تم کون ہو، کیا صدا لگاتے ہو؟ انہوں نے کہا آپ کو کچھ یاد

ہے، آپ کو ایک ایرانی مسلمان ملے تھے جن کا نام جمال الدین تھا، کہا! ہاں یاد ہے، کہا میں گواہی دینے آیا ہوں کہ ان کا خاتمہ ایمان پر ہوا، اس نے فوراً کلمہ پڑھا، اور تاریخ میں لکھا ہے، کلمہ پڑھا اور اپنے وزیر کو بلایا اور کہا میں نے کلمہ پڑھ لیا ہے، اور اسلام قبول کرنے کا فیصلہ کرلیا ہے اور مسلمان ہوگیا ہوں تم بتاؤ تمہارا کیا رویہ ہے، تم کیا سوچتے ہو، کہا! حضور عالی جاہ! میں بہت پہلے سے مسلمان ہوں، میں ایک مرتبہ ایران گیا تھا، اسلام لے آیا تھا، آپ کے ڈر سے اظہار نہیں کرتا تھا، پھر بات دربار میں کہی گئی اور پوری کی پوری شاخ تاتاریوں کی مسلمان ہوگئی۔

اسلام کے تعارف کا کام وقت کی ضرورت

اس پر اطمینان رکھئے ''الحق یعلو ولا یعلی'' اور اللہ تعالی اس دین کے لئے معجزات ظاہر فرماتا ہے اور معجزہ ظاہر کرے گا اور وہ بات جو ابھی عزیزی سید سلمان (۱) نے کہی کہ ہمیں اس ملک کی فکر ہونی چاہئے، اور بڑی وقت پر مثال دی کہ

''حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم حلف الفضول میں شریک ہوئے اور یہ فرماتے تھے کہ نبوت کے بعد بھی اگر آج اس کے نام پر یا اس کے حوالے سے بلایا جائے اور کوئی مجھے آواز دے تو اب بھی میں اس کے لئے تیار ہوں۔ (۲)

ظلم کو ختم کرنے کے لئے اور جس کے ساتھ جو ناانصافی ہوئی ہے، اس کو انصاف دلانے کے لئے جو بھی کوشش بن پڑے کرنی چاہئے، اور اگر ہم مسلمان پہلے سے یہ کام

---

(۱) مولانا سید سلمان حسینی ندوی استاد دارالعلوم ندوۃ العلماء و ناظم جامعہ سید احمد شہید کٹولی، ملیح آباد، لکھنؤ جو حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ کے بڑے بھائی مولانا ڈاکٹر سید عبدالعلی حسنی ندوی سابق ناظم ندوۃ العلماء کے نواسہ اور ایک دل دردمند رکھنے والے ممتاز عالم دین اور مشہور خطیب ہیں (مرتب)

(۲) یہ معاہدہ اس پر تھا کہ وہ حق، حقدار تک پہونچائیں گے، اور یہ کہ کوئی ظالم مظلوم پر غلبہ نہ حاصل کر سکے گا، (نبی رحمت: ۹۶، از حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ (مرتب)

کرتے اور اگر یہ کام کم سے کم پچاس برس سے ہو رہا ہوتا تو آج اس کی نوبت ہی نہیں آتی، جو آج نوبت آئی، اور ان کو اسلام کی قدر نہ آتی، ہمارے ہم وطنوں کو ہمارے وطنی بھائیوں کو اسلام کی قدر آتی اور وہ اس کو نعمت سمجھتے، اپنے ملک کے لئے اور یہ سمجھتے کہ اس میں کتنی انسانیت کی حفاظت اور کتنی انسانیت کی خدمت ہے، یہ ہماری کوتاہی ہے کہ اس کی طرف پوری توجہ نہیں کی گئی اور اسلام کا تعارف بھی نہیں کرایا گیا۔

قرآن کا اعجاز ظاہر ہوتا رہے گا

میں آپ سے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ یہ قرآن مجید کی آیت ہمارے لئے بالکل تازہ ہے، اور یہ قرآن مجید کا اعجاز ہے، وہ پرانا نہیں ہوتا، وہ کسی زمانے کے لئے مخصوص نہیں ہے، اور اس میں زمانہ کے لئے رہبری موجود ہے اور ہر مشکل کے لئے ہر ہنگامی صورت حال اور ہر پیچیدہ سوال کے لئے اس کے اندر رہنمائی موجود ہے پڑھتا ہوں:۔

"یَاأیُّهَا الَّذِینَ آمَنُوا اصبِرَوا وَصَابَرُوا وَرَابِطُوا وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّکُم تُفلِحُونَ"

صبر سے کام لو، صبر کی تلقین کرو، صبر کا ماحول بناؤ، صبر کے معنی یہ نہیں کہ جو چاہے ہمارے ساتھ جو کر لے، ہم تو مٹنے کے لئے، مرنے کے لئے ہیں، یہاں صبر و تحمل، قوت برداشت، اس کو مردانہ طریقہ پر، مومنانہ طریقہ پر برداشت کرو، اور صبر کی تلقین بھی کرو، سورہ والعصر میں بھی یہ بات کہی گئی ہے۔ اور عصر کی قسم کھا کر کہی گئی ہے:۔

بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیمِ

وَالعَصرِ، إِنَّ الإِنسَانَ لَفِی خُسرٍ، اِلَّا الَّذِینَ آمَنُوا وَعَمِلُوا

الصَّالِحَاتِ وَتَوَاصَوا بِالحَقِّ وَتَوَاصَوا بِالصَّبرِ"

یہاں بھی یہ کہا گیا کہ انہوں نے وصیت کی ایک دوسرے کو حق کی تلقین کی اور ایک دوسرے کو تلقین کرتے ہیں صبر کی، تو صبر تلقین کرنے کی، ایمان بھی تلقین کرنے کی چیز ہے، صبر بھی تلقین کرنے کی چیز ہے، "وَرَابِطُوا" اور جمے رہو، ثابت قدم رہو، سیسہ پلائی ہوئی

دیوار کی طرح کھڑے رہو اور یہ کہ تمہاری چھاؤنی ہونی چاہئے۔

اصلاح و استفادہ سب کے لئے ضروری ہے

جہاں اللہ سے دعائیں اور استغفار کیا جائے، اپنی زندگی کی اصلاح کی جائے، وہ چیزیں جو اللہ کی رحمت سے محروم کرنے والی ہیں، ان کو نکالا جائے، یہ وقت اس کے بھی سوچنے کا ہے، وہ کیا چیزیں ہیں جس کی نحوست کی وجہ سے ہم نے یہ روز بد دیکھا، یاد رکھئے، جزاء الاعمال، اللہ کا بنایا ہوا اعمال کا ایک ضابطہ ہے کہ، اس اچھے عمل اور اچھی بات اور کام پر اچھا بدلہ اور جزا و ثواب ملے گا اور اس کے خلاف عمل پر یہ سزا ملے گی، جو مرنے کے بعد ملے گی، اس کی نحوست دنیا میں بھی ظاہر ہوگی مشرکانہ عقائد، یہ بدعتیں اور ہمارے معاشرہ کی یہ حالت کہ شادیوں میں گھر لٹا دینا، سودی قرض لینا، شان و شوکت کا تماشہ دکھانا، اور فخر کے لئے اسے استعمال کرنا، فخر کا ذریعہ اسے بنانا اور اس طرح سے اہل حقوق کو ان کا حق نہ دینا، بہنوں کا حق، عورتوں کا حق، اور جو ذوی الحقوق ہیں جن کا قرآن شریف میں ذکر ہے۔ ان کا خیال نہ رکھنا، وراثت کو نہ سمجھنا اور دوسرے کا حق دبائے رہنا اور جھوٹ بولنا یہ سب تباہ کن باتیں ہیں۔

میں یہ کہنا ضروری سمجھتا ہوں کہ عقائد کی تصحیح ہو، اعمال کی تصحیح ہو، نمازوں کی پابندی ہو اور شریعت کا احترام ہو اور اصلاح معاشرہ ہو، اور یہ بدعات جو ہماری زندگی میں داخل ہوگئی ہیں اور وہ شرک کی حد تک پہنچ گئی ہیں ان کو دور کیا جائے تو اللہ تبارک و تعالیٰ کی مدد ہوگی۔

اسلام کی بقاء کا ایک نادر نمونہ اور مثال

میں نے دو واقعات کا وعدہ کیا تھا، دوسرا واقعہ بھی پہلے واقعہ سے کم نہیں، کہ روس و تاجکستان کے علاقہ کے بارے میں ہے، کوئی پڑھا لکھا شخص، کوئی عقلمند آدمی، جس کی اخبارات پر نظر ہو حالات پر نظر ہو اور اگر وہاں چلا گیا تو اپنے مشاہدے سے یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ کبھی روس میں اسلام سر اٹھائے گا، کبھی روس کے اس علاقہ میں جہاں اسلام کو بالکل

اپنے نزدیک دفن کر دیا گیا تھا، وہاں نہ دینی تعلیم دینے کی اجازت تھی، نہ قرآن مجید وہاں ڈھونڈنے سے ملتا تھا، یہاں تک کہ جو روسی فوجیں افغانستان میں روسی حکومت کے اشارے سے آئی تھیں، وہ وہاں سے دوسری چیزیں اٹھا کر لے جانے کے بجائے قرآن مجید ڈھونڈ کر لے جاتی تھیں کہ اس سے بڑھ کر کوئی تحفہ نہیں ہے جس کو دیکھنے کے لئے آنکھیں ترستی تھیں اور پڑھانے کا حال یہ تھا کہ کئی لوگوں نے مجھ سے بتایا کہ کسی گھر کے اندر گڑھا کھود کر، سوراخ بنا کر جس میں ۲، ۴، بچے آسکتے ان کو پڑھایا جاتا تھا، غاروں کے اندر پڑھانے کا بڑا رواج تھا، اور وہ لوگ ہمارے دار العلوم ندوۃ العلماء میں بھی آئے تھے، انہوں نے بتایا، ہم نے آپ کے یہاں کی کتابیں پڑھائی ہیں اور اس طرح پڑھائی ہیں کہ اسلام کا نام لینا جرم تھا، نہ مسجدوں میں جماعت کے ساتھ نماز ہو سکتی تھی، نہ اسلامی شعائر نمایاں کئے جاسکتے تھے، چھپ چھپ کر روزہ رکھتے تھے، اور افطار کرتے تھے بالکل جیسے چوری چھپے کیا جاتا ہے، لیکن آج وہاں اوپر جو لوہے کا ایک بڑا ڈھکنا اس کے اوپر لگایا گیا تھا، اللہ کی قدرت تھی کہ ہوا کا ایک جھونکا آیا، اس نے اس کو اڑا دیا اور اس کے بعد اب وہاں تبلیغی جماعتیں جاتی ہیں، وہاں سے لوگ آتے ہیں، اور کئی سو، کئی ہزار کی تعداد میں لوگ وہاں سے حج کرنے گئے، اللہ جزائے خیر دے حکومت سعودیہ کو اس نے ان کے مصارف برداشت کئے، ان کی ضیافت کی، وہاں اسلام کا دروازہ کھل گیا ہے، اور وہاں لوگوں کو بلاتے ہیں، یہاں سے علماء کو بلاتے ہیں اور بڑے آرزومند ہیں کہ وہ آئیں۔ (۱)

---

(۱) حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے دار العلوم ندوۃ العلماء کے اس وفد کی آمد اور ان کے استقبال کا تذکرہ کاروان زندگی جلد چہارم، صفحہ: ۳۹۹-۴۰۳ میں کیا ہے، جو ۱۳ر دسمبر ۱۹۹۰ء کو آیا تھا، اور پھر اس خطاب کے کچھ ماہ بعد اکتوبر ۱۹۹۳ء کو اس خطہ کا سفر کیا جو سمرقند و بخارا کا تھا، اور حالات کا خود مشاہدہ کیا جس میں ان کے ساتھ عرب و عجم کے مختلف ممالک کے بڑے علماء، محدثین و دعاۃ ساتھ تھے۔ جو کاروان زندگی جلد پنجم، صفحہ ۲۸۳ تا ۲۹۶ میں ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔ (مرتب)

اسلام دائمی ابدی دین ہے اس کو کوئی مٹا نہیں سکتا

یہ کیا ہے، یہ اسلام ایک دائمی ابدی دین ہے، اس کو کوئی مٹا نہیں سکتا، لیکن اس میں صبر سے کام لینا پڑے گا، مصابرت سے کام لینا پڑے گا، رباط اور مرابطت سے کام لینا پڑے گا۔

ان سب نے دیکھ لیا، مسلمانوں کے اخلاق کو، اخلاقی نمونہ بھی، ایسا امتیازی کہ دلوں کو جیت لے، ایسا امتیاز جو محبت کی روشنی محبت کا گلدستہ ان کے دلوں میں پیدا کر دے، ایسا آپ کریں، حالات کو ایسا برداشت بھی کریں گے، حدود کا بھی خیال رکھیں گے، اور دعوت کا بھی کام کریں گے، اور نمونہ بھی دکھائیں گے اور ملک کی بھی فکر کریں گے۔

دین کی حفاظت و اشاعت ہندوستان میں

ان سب کے ساتھ ہم کو ملک کی فکر کرنی چاہیئے اس لئے کہ اس ملک میں خواجۂ خواجگان حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے (۱)، اس لئے نہیں آئے کہ کچھ دنوں کے بعد یہاں سے مسلمان چلے جائیں، اس لئے آئے تھے کہ، اللہ کا ان کے ساتھ خاص معاملہ تھا، ان کے ساتھ اللہ کا ایسا معاملہ تھا کہ قدرت خداوندی نے فیصلہ کر لیا کہ نہ صرف مسلمان اس ملک میں سیکڑوں ہزاروں برس تک رہیں گے، بلکہ کامل اولیاء اللہ یہاں پیدا ہوں گے، اور ایسے مجدد و مصلح پیدا ہوں گے کہ جن کا فیض ہندوستان سے نکل کر ترکی و ترکستان میں کہاں تک پھیلے گا، اور یہاں سے کیسے کیسے لوگ پیدا ہوئے، حضرت مجدد الف ثانی، شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ (۹۷۱ھ-۱۰۳۴ھ) پیدا ہوئے، حکیم الاسلام حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (۱۱۱۴-۱۱۷۶ھ) اور حضرت امیر المومنین

---

(۱) حضرت خواجہ معین الدین چشتی اور ان کے سلسلہ کے بزرگوں کے احوال و ملفوظات کے لئے ملاحظہ ہو تاریخ دعوت و عزیمت جلد سوم (مطبوعہ مجلس تحقیقات و نشریات اسلام، لکھنؤ)

سید احمد شہیدؒ (۱۲۰۱ھ-۱۲۴۶ھ) وغیرہ پیدا ہوئے۔ (۲)

اللہ کی نصرت و مدد کے کام اور اسباب

مبارک ہو کہ آپ اس علاقہ کے رہنے والے ہیں، اپنی خصوصیت کو قائم رکھئے، اپنی اصلاح کیجئے، میں صاف پھر کہتا ہوں کہ عقائد کی تصحیح ہو، اعمال کی اصلاح ہو، نمازوں کی پابندی ہو، شرک و بدعت سے نہ صرف اجتناب بلکہ نفرت ہو، نام سننے کے لئے تیار نہ ہوں، اصلاح معاشرہ ہو، شادی، خوشی، غمی، یہ سب کام آپ شریعت کے مطابق کیجئے، اور فضول خرچی، اسراف، سودی قرض لینے اور دینے اور حقوق تلفی، دوسرے کے حق مارنے سب سے توبہ کیجیئے، پھر اللہ کی مدد آئے گی، اور دنیا تماشہ دیکھے گی کہ اللہ کی مدد کیا آتی ہے اور کیا کرتی ہے۔

وَمَا النَّصرُ إِلّا مِن عِندِ اللّٰہِ، وَمَا تَوفِیقِی إِلّا بِاللّٰہِ عَلَیہِ تَوَکَّلتُ وَإِلَیہِ أُنِیبُ

---

(۱) ان عظیم مجدد و مصلح شخصیات کے کام اور حالات کو سمجھنے کے لئے ملاحظہ ہو کتاب "تاریخ دعوت و عزیمت" حصہ چہارم و پنجم اور سیرت سید احمد شہیدؒ اول و دوم مطبوعہ مجلس تحقیقات و نشریات اسلام، لکھنؤ

اہل فکر اور قائدین کا مقام اور ذمہ داری

يَـآاَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوا اصبِرُوا وَصَابِرُوا وَرَابِطُوا وَاتَّقُوااللّٰهَ لَعَلَّكُم تُفلِحُونَ (آل عمران: ۲۰۰)

ترجمہ: اے ایمان والو! صبر کرو، ایک دوسرے کو صبر کی تلقین وترغیب کرو اور مورچوں پر جمے رہو، اور ہر حال میں خدا سے ڈرتے رہو، تاکہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو۔"

انفرادی واجتماعی صبر

اس آیت میں "اصبروا" کے ساتھ "صابروا" کی ہدایت وتلقین کی حکمت اور اس کا راز بڑا غور طلب ہے، اقوام وملل کی زندگی اور قوموں کے عروج وزوال کے مسئلہ میں صرف انفرادی صبر واستقامت کافی نہیں ہے۔ اجتماعی صبر واستقامت اور ہمت واستقلال کی ایک عام فضا اور ماحول کی ضرورت ہوتی ہے۔ کہ ہر فرد دوسرے فرد کے لئے باعث تقویت، اس کا پشت پناہ اور اپنی جگہ پر صابر ومستقیم اور دوسرے کے لئے صبر واستقامت کا داعی ومبلغ ہو، اس کا بلند کردار دوسروں میں اعتماد پیدا کرنے کا ذریعہ اور ان کے لئے مشعل راہ ہو، اس کو دیکھ کر اکھڑتے ہوئے قدم جم جائیں، افسردہ طبیعتیں اور پست ہمتیں بلند ومستحکم ہو جائیں، اس فضا میں بے ہمتی اور بے صبری کی بات کہنا اور کرنا ایسا ہی مشکل ہو جائے اور معیوب سمجھا

جائے جیسے تردد وتذبذب کے ماحول اور خوف وہراس کے عالم میں صبر وہمت کی تلقین اور ثبات واستقامت کی ہدایت۔

حفاظت دین وملت کا مورچہ

مزید فرمایا ''ورابطوا'' اور مورچوں پر جمے رہو، اس موقع پر یاد رکھنا چاہئے کہ مورچے دو طرح کے ہوتے ہیں ایک فوجی اور زمینی مورچہ دوسرے معنوی مورچہ، فوجی اور زمینی مورچہ بھی بہت اہم ہے، اور زندہ غیور قومیں اس پر گھٹنے ٹیک دیتی ہیں، اور اس کی حفاظت میں جان کی بازی لگا دیتی ہیں، مگر یہ مورچہ زندگی میں فیصلہ کی حیثیت نہیں رکھتا، قوموں کی زندگی میں میدان جنگ کی شکست یا کسی مورچے سے پسپائی ان کی قسمت پر مہر نہیں لگا دیتی، دنیا میں قومیں شکست کھاتی رہتی ہیں، عہد نبوی، دور صحابہ اور تاریخ اسلام کے ہر عہد میں یہ نشیب وفراز اور یہ سرد وگرم پیش آتے رہتے ہیں، اور جو قوم اس نشیب وفراز سے نہیں گزرتی، اور شکست کی تلخی سے اس کا ذہن کبھی آشنا نہیں ہوتا وہ صرف فتح کی لذت وحلاوت سے آشنا ہوتی ہے، اس قوم کی صلاحیت پر زیادہ اعتماد نہیں کیا جا سکتا اس لئے قوموں کی تربیت کے لئے یہ دونوں تجربے ضروری ہیں، اور خدا نے اپنے محبوب پیغمبر اور اس کے برگزیدہ اصحاب کو ان دونوں راستوں سے گزارا ہے۔

ہندوستان کی ملت اسلامیہ کا مورچہ اور ہماری ذمہ داریاں

لیکن معنوی مورچوں کا معاملہ ان سے مختلف ہے، کسی معنوی مورچہ پر شکست وپسپائی بعض اوقات صدیوں ہزاروں برس کا فیصلہ کر دیتی ہے، اور بعض اوقات اس سے کسی قوم وملت کی قسمت پر مہر لگ جاتی ہے، آج ہندوستان کی ملت اسلامیہ کو یہی معنوی مورچہ درپیش ہے، ملت کی جداگانہ شخصیت کا مورچہ، اسلام کی مستقل تہذیب کا مورچہ، اسلام کے عائلی قانون (پرسنل لاء) کا مورچہ، زبان کے کلچر کا مورچہ، آئندہ نسلوں کی تعلیم

کا مورچہ، یہ ہمارے سامنے ہے۔ اس کے لئے جس علم، جس فہم، جس احساس، جس دور بینی اور حقیقت شناسی اور اس مقصد کی کی تکمیل کے لئے جس وسائل و ذرائع کی ضرورت ہے، وہ اسی طبقہ کے پاس ہیں، ان کی بروقت فرض شناسی اور مستعدی، ان کی بے چینی اور دردمندی مدتوں کے لئے اس خطرہ کو ٹال سکتی ہے، اور ملت کو اس خطرہ سے محفوظ بنا سکتی ہے، اور ان کی ذرا سی غفلت اور سستی ملت کے قافلہ کو سالوں اور صدیوں کے حساب سے منزل سے دور کر سکتی ہے، انہوں نے اگر اپنے ذاتی مقاصد اور مفادات کو ملت کے حقیقی خطرات پر ترجیح دی تو ان مورچوں پر شکست یقینی ہے۔

رفتم کہ خار از پا کشم محمل نہاں شد از نظر
یک لحظہ غافل بودم و صد سالہ راہم دور شد

(ماخوذ از قرآنی افادات طبع جدید جلد اول: ص ۲۷۳، ۲۷۵)

مشورے اور گزارشیں

از: مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی قدس سرہ

۱۔ سب سے ضروری بات یہ ہے کہ عقیدہ درست اور پختہ کیا جائے، اور اس بات کا اقرار کیا جائے اور اس پر ایمان ہو کہ اللہ کے سوا کسی کے ہاتھ میں جلانے مارنے صحت اور شفا دینے، اولاد دینے، روزی دینے اور قسمت اچھی بری کرنے کا اختیار نہیں ہے، اور اس کے سوا کوئی بندگی کا مستحق نہیں، نہ اس کے سوا کسی کے سامنے سجدہ کیا جا سکتا ہے، نہ بندگی کی کوئی شکل اختیار کی جا سکتی ہے، نہ حاجت روائی اور مشکل کشائی کا سوال کیا جا سکتا ہے۔

۲۔ سید المرسلین وخاتم النبیین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کا آخری نبی ذریعہ ہدایت، وسیلہ شفاعت اور سب سے زیادہ محبت اور اتباع وپیروی کا مستحق سمجھا جائے اور زیادہ سے زیادہ آپ کی سنتوں پر عمل کرنے کی کوشش کی جائے اور دینی ودنیوی زندگیوں میں آپ کی ہدایات، آپ کے معمول اور دستور پر عمل کرنے کی کوشش کی جائے، آپ کی سیرت پاک کے مطالعہ کا اہتمام کیا جائے، اور آپ کی احادیث کے مجموعوں اور سیرت کی کتابوں کے مطالعہ کا شوق پیدا کیا جائے۔

۳۔ زندگی کو اسلامی قالب میں ڈھالنے اور صحیح مقاصد زندگی معلوم کرنے کے لئے راقم کی کتاب ''دستور حیات'' کو مطالعہ میں رکھا جائے نیز حکیم الامت حضرت مولانا

اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے مواعظ وملفوظات کا مطالعہ کیا جائے۔

۴۔ سب سے اہم فریضہ اور ضروری چیز نمازوں کو اپنے وقت پر پڑھنا اور اہتمام اور سنتوں کی پابندی کے ساتھ ادا کرنا ہے، اس میں غفلت اور تساہلی کی تلافی کوئی چیز نہیں کرسکتی نمازیں جماعت کے ساتھ حتی الامکان مسجد میں ادا کی جائیں، مستورات ان نمازوں کو اپنے وقت پر پڑھنے کی کوشش کریں، جو عام طور پر کاموں کی مصروفیت اور ذمہ داریوں کی وجہ سے فوت ہوجاتی ہیں، یا ان کا وقت نکل جاتا ہے۔

۵۔ دینی ودنیوی دونوں کاموں میں ثواب اور رضائے الٰہی کی نیت کی مشق کی جائے، اخلاق ومعاملات اور زندگی کے معمولات میں بھی اس کا اہتمام کیا جائے، تاکہ ان پر عبادت کا ثواب ملے، اور ان کو حتی الامکان شریعت وسنت کے مطابق کرنے کی کوشش کی جائے، اخلاقی ومزاجی کمزوریوں، حسد وکینہ، حد سے بڑھے ہوئے غصہ، بدگوئی اور بدزبانی اور مال ودولت اور دنیا کی حد سے بڑھی ہوئی محبت سے بچنے کی امکانی کوشش کی جائے۔

۶۔ قرآن مجید کی جس قدر سہولت کے ساتھ ممکن ہو تلاوت کا معمول بنایا جائے۔

۷۔ فجر کی نماز سے پہلے یا بعد یا مغرب عشاء کے بعد (جس وقت آسانی سے ممکن ہو اور پابندی ہوسکے) ایک تسبیح درود شریف کی، ایک تیسرے کلمہ کی اور ایک استغفار کی پڑھ لی جائے اور دعا کا اہتمام کیا جائے۔(۱)

ابوالحسن علی حسنی ندوی

---

(۱) ماخوذ سلاسل اربعہ، مطبوعہ سید احمد شہید اکادمی دارعرفات، رائے بریلی

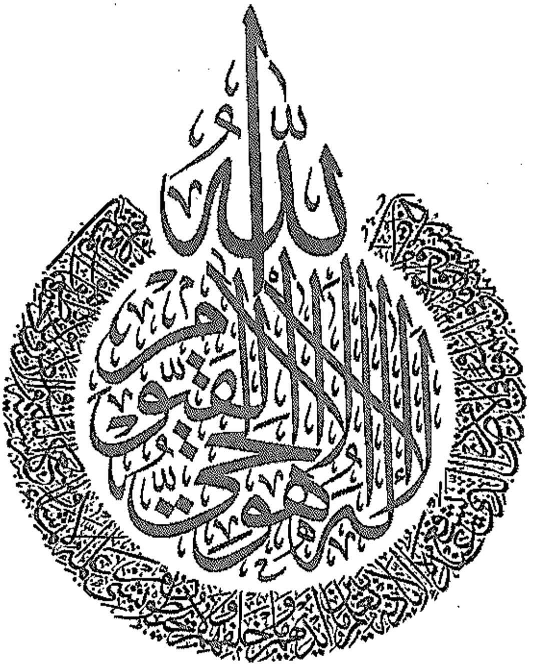
الله لا إله إلا هو الحي القيوم

آیة الکرسی سورة البقرة آیة ۲۵۵